پریم سینما نمبر ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا

حضرت بابا نانک صاحب رح

اور

علیکم السلام

از راقم

عباد اللہ گیانی قادیان

پبلشر مہتمم نشر و اشاعت نظارت دعوۃ و تبلیغ۔ قادیان

(فیض اللہ پرنٹنگ پریس قادیان میں باہتمام حافظ فیض اللہ پرنٹر کے چھپا)

بار اول تعداد پانچ سو — دسمبر ۱۹۳۵ء — قیمت تین آنہ

عرض حال

جماعت احمدیہ ایک تبلیغی جماعت ہے۔ اس کا مقصد اکناف عالم میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانا ہے سکھ بھائی ہمارے بہت ہی قریب ہیں۔ انکو اسلام کی تعلیم سے واقفیت بہم پہنچانا ہمارا اوّلین فرض ہے۔ اور ہمارے اِس فرض کی اہمیت حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ایک تازہ رؤیا سے اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"مَیں صبح کے وقت بعد از نماز سویا ہوا تھا کہ مجھے آواز دیکر اندر سے کسی نے جگایا۔ مَیں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی کشف کی حالت طاری ہوگئی مَیں نے دیکھا کہ ایک احمدیہ جماعت کا مجمع ہے۔ سامنے ایک سکھ جو دراصل مسلمان ہیں تقریر کر رہا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قریباً پچاس سال سے جماعت احمدیہ نے سکھوں میں تبلیغ شروع کی تھی لیکن چونکہ فوراً نتیجہ نہ نکلا ان میں کچھ سُستی اور مایوسی پیدا ہوگئی۔ مگر یہ سُستی اور مایوسی ان میں پیدا نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ اِس آخری فقرہ پر کشف کی حالت جاتی رہی مَیں سمجھتا ہوں اس کشف میں ہمیں اپنے فرض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ سکھ ضرور اسلام کی طرف آئیں گے اسلئے اِس کام کی طرف خاص توجہ چاہیئے۔" (الفضل ۱۱ راگست ۱۹۴۵ء)

حضور کے اِس کشف کے پیش نظر "سِکھ مذہب اور اذان" کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے سکھ بھائیوں کو اسلام کے قریب لاکر حضور کے منشاء مبارک کو پورا کرنے کا موجب بنیں۔

عباد اللہ گیانی۔ قادیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔۔۔۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

السّلام علیکم

دُنیا میں جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں اُن سب میں باہمی ملاقات کے موقعہ پر مقررہ الفاظ میں سلام وغیرہ کرنے کا طریق رائج ہے۔ اور یہ سلام اُس مذہب یا قوم کے دوسروں سے امتیاز کا ذریعہ ہے۔ ہمارے مُلک میں اِس وقت ویدک دھرم (سناتن دھرم اور آریہ سماج) عیسائیت، اسلام اور سِکھ مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد ہیں۔ ان چاروں مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں جب کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہے تو وہ اپنے اپنے طریق اور رواج کے مطابق سلام کرتا ہے۔ اور اس سلام کے طریق سے ان کے مذہب اور تمدّن پر بہت حد تک روشنی پڑ جاتی ہے۔

ویدک دھرم

ویدک دھرم کی اِس وقت دو بڑی شاخیں ہیں۔ ایک سناتن دھرم اور دوسری آریہ سماج۔ اِن دونوں میں جہاں اور بہت سی باتوں

"دن رات میں جب پہلے ملیں یا جُدا ہوں تب
محبّت سے نمستے ایک دوسرے سے کریں"
(ستیارتھ پرکاش باب ۴)

سوامی صاحب نے نمستے کہنے کا حکم کس بناء پر دیا؟ اس کا آپ نے کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ یہ بتایا ہے کہ یہ وید کا حکم ہے یا شاستر کا۔ الغرض آریہ سماج اور سناتن دھرم کا سلام ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ کر دیتا ہے۔

عیسائیت

ہمارے عیسائی بھائی بھی مقررہ الفاظ میں ہی ایک دوسرے کو ملتے وقت سلام کرتے ہیں۔ عیسائیوں کا سلام دن کے مختلف حصّوں میں منقسم ہے۔ صبح کے وقت وہ ایک دوسرے کو گُڈ مارننگ (Good Morning) کہتے ہیں۔ اور دوپہر کے وقت ان کا سلام گُڈ نون (Good Noon) ہے۔ اور دوپہر کے بعد اور شام سے پہلے وہ گُڈ آفٹر نون (Good After Noon) بھی کہہ لیا کرتے ہیں۔ اور شام کے وقت ان میں گُڈ ایوننگ (Good Evening) کہنے کا رواج ہے۔ اسی طرح وہ رات کے وقت گُڈ نائٹ (Good Night) کے الفاظ میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں

سِکھ مذہب

ہمارے سکھ بھائی سِکھ مذہب کی ابتداء حضرت بابا نانک صاحب

سے ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن جو اصول وہ سِکھ مذہب کے بیان کرتے ہیں اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو حضرت بابا نانک صاحب تک پہنچتا ہو۔ یعنی بابا صاحب کا اس اصل کی تلقین کرنا یا پابندی کرنا ثابت ہوتا ہو۔ آجکل ہمارے سِکھ بھائی "سِکھ" کی حسب ذیل تعریف کرتے ہیں کہ :-

"جو عورت یا مرد ایک خدا ، دسؔ گورو صاحبان (بابا نانک سے لے کر گورو گوبند سنگھ صاحب تک) شری گورو گرنتھ صاحب اور دسؔ گورو صاحبان کی بانی اور تعلیم اور گورو گوبند سنگھ صاحب کے امرت پر اعتقاد رکھتا ہو اور دیگر کسی مذہب کو نہ مانتا ہو۔ وہ سِکھ ہے۔" (سِکھ رہت مریادہ صلا مترجم از گورمکھی شائع کردہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی)

سِکھ کی یہ تعریف بابا صاحب کے زمانہ میں نہ تھی۔ کیونکہ اُس وقت نہ تو یہ دسؔ گورو صاحبان ہی تھے اور نہ گورو گرنتھ صاحب ہی ابھی عالم وجود میں آیا تھا۔ اور نہ گورو گوبند سنگھ کا امرت ہی تھا۔

اِس کے علاوہ عملی زندگی میں بھی بہت فرق ہے۔ آج ہمارے سِکھ دوست پانچ ککاروں کے پابند ہیں اور ان کو سِکھ مذہب

لہ دیگر مذاہب کے متعلق گورو گرنتھ صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ :-

بھئے دیال کرپال سنت جن تب ایہہ بات بنائی
سرب دھرم مانو تہہ کئے جو پربھ کیرت گائی (محلہ ۵ صفحہ ۹۰۲)

یعنی خدا کے نیک بندوں نے مہربانی کر کے ہمیں یہ بتایا ہے کہ تمام مذاہب کی ابتدا خدا سے ہوئی ہے۔

کی بُنیاد قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :۔

نشان سکھی ایں پنج حرف کاف
ہرگز نہ باشد ایں پنج معاف
کڑا کارد کاچھ کنگھاں بداں
بلا کیس ہیچست جملہ نشاں

(گورمت نرنے صفحہ ۲۷۶)

لیکن ان ککاروں کا گورو گوبند سنگھ صاحب سے قبل سکھ کتب میں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ خود سکھوں کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے متعلق گورو گوبند سنگھ صاحب نے حکم دیا تھا۔ چنانچہ ایک صاحب رقم فرماتے ہیں کہ :۔

"سری کلغیدھر جی نے خالصہ جی کو امرت کا دان دیتے ہوئے حکم دیا کہ پانچ ککاروں کی رہت رکھی جائے ان میں سے ہی کیش ہیں۔"

(کیش صفحہ ۵ مترجم از گورمکھی)

پس اگر گورو گوبند سنگھ صاحب نے پانچ ککاروں کا حکم دیا تو اس کے صاف معنے یہ ہیں کہ اُن سے قبل اس کا رواج نہ تھا۔ اور نہ کسی گورو صاحب کا کوئی حکم تھا۔[1]

---

[1] سکھ گورو صاحبان کی زندگی میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان ککاروں کے پابند نہ تھے بلکہ وہ اپنے سکھوں کے بچوں کے منڈن سنسکار اپنے گوردواروں میں کروا کرتے تھے۔ خود گورو گوبند سنگھ صاحب کی تعلیم بھی اس کے برعکس ہے۔

یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ سکھ مذہب کے عقائد اور طریقِ زندگی میں ردّ و بدل ہوتا چلا آیا ہے۔ ہمارے سکھ بھائی "نت نیم" میں جو کچھ آج پڑھتے ہیں وہ بھی بابا نانک صاحب کے زمانہ میں نہیں، پڑھا جاتا تھا۔ نیز جس قسم کی ارداس اُن میں آج پڑھی جاتی ہے اس کا بھی حضرت باباصاحب کے زمانہ میں قطعاً رواج نہ تھا۔ ہمارے سکھ بھائیوں میں جہاں عقائد اور رواج میں اور کئی تبدیلیاں ہوئی ہیں وہاں ان میں ملاقات کے موقعہ پر مقررہ الفاظ اور طریق میں بھی تبدیلی کی گئی ہے۔ آج ہمارے سکھ بھائی ایک دوسرے سے ملاقات کے موقعہ پر "فتح[1] بُلاتے ہیں۔ چنانچہ سردار بہادر سردار کاہن سنگھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اب . . . . صرف واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح بُلانے کی ریت خالصہ قوم میں رائج ہے[2]"۔

(گورمت سدہاکر صفحہ ۱۰۹ مترجم از گورمکھی)

۱؎ میان کوش میں فتح کے معنے حسب ذیل بیان کئے گئے ہیں کہ:۔

"واہگورو جی کی فتح۔ سکھوں میں باہمی ملاقات کے موقعہ پر مقررہ الفاظ۔ اس کے معنے ہیں جے کرتار کی"۔

(میان کوش صفحہ ۳۲۵۶)

۲؎ بندہ بہادر نے سری واہگورو جی کی فتح کی جگہ "سچے صاحب کی فتح" رائج کی تھی۔ اور اب تک بندئی سکھوں میں اس کا ہی رواج ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"سچے صاحب کی فتح۔ بندہ بہادر نے واہگورو جی کی فتح کی جگہ اس کا پرچار شروع کیا جس کو اکثر مؤرخین نے

جب ہم سکھ لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کہ یہ فتح گورو گوبند سنگھ صاحب کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے اس سے قبل سکھوں میں اس کا رواج نہ تھا سکھوں کے مشہور و معروف بزرگ بھائی گورداس صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے سکھ آپس میں ملاقات کے موقعہ پر "پیری پونا" کہا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا قول ہے کہ:-

پیری پونا ستگورو
گورسکھاں رہراس سریکھی
(وار ۲۳۔ پوڑی ۲۰)

بھائی صاحب نے اس ۲۳ ویں وار کی ۲۰ ویں پوڑی میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے باہمی ملاقات کے طریق اور مقررہ سلام کا ذکر کرتے ہوئے سکھوں کا یہ طریق بتایا ہے کہ وہ آپس میں جب ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے "پیری پونا" کہتے ہیں۔ اور یہ طریق ستگورو کا جاری کردہ ہے۔

پس بھائی صاحب کے مندرجہ بالا قول سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ صاحب سے قبل سکھوں میں فتح بلانے کی بجائے پیری پونا کہنے کا رواج تھا۔ اور یہ رواج کسی گورو صاحب کے حکم کی بناء پر تھا۔

بقیہ حاشیہ ص ۷

غلطی سے فتح درشن لکھا ہے۔ بابا بندہ بہادر کے ڈیرہ سے جو حکمنا مے جاری ہوتے ہیں ان میں اب بھی سچے صاحب فتح لکھا جاتا ہے۔"
(میاں کوش ص ۲۳۲ مترجم از گورمکھی)

بھائی صاحب نے اس جگہ اس طریق کو جاری کرنے والے گورو صاحب کا نام ظاہر نہیں کیا۔ البتہ ایک اور مقام پر آپ نے اس طریق کی ابتداء حضرت بابا نانک صاحب سے بیان کی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

سُنی پکار داتار پربھ
گورنانک جگ میں پٹھایا
... ...
رانا رنگ برابری
پیری پونا جگ ورتایا
(وار ۱۔ پوڑی ۲۳)

بھائی گورداس صاحب کا زمانہ گورو ارجن صاحب کے زمانہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب ہم گورو ارجن صاحب کی بانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمارے سامنے گورو صاحب کا حسب ذیل قول آتا ہے کہ:۔

"جو دیسے گور سکھڑا
تس نیوں نیوں لاگاں پائے جیو"
(محلہ ۵ صـ۷۶۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیری پونا کہنے کی رسم گورو ارجن صاحب سے شروع ہوئی ہے۔ حضرت باباجی کے کلام سے ہمیں ابھی تک کوئی ایسا شلوک نہیں ملا جس میں کہ آپ نے اِس رسم کی تلقین کی ہو۔ اور نہ آپ کا کسی کو پیری پونا کہنا ثابت ہوتا ہے۔

بھائی گورداس صاحب نے اِس طریق کے جاری کرنے کا باعث سِکھوں میں عجز اور انکساری کا پیدا کرنا بتایا ہے۔(ملاحظہ ہو وار ۵ پوڑی ۳۔ وار ۸ پوڑی ۲۴۔ وار ۱۲ پوڑی ۱۷۔ وار ۱۰ پوڑی ۱۶۔ وار ۲۰ پوڑی ۱۶۔ وار ۲۳ پوڑی ۵۔ وار ۲۵ پوڑی ۳۔ وار ۲۷ پوڑی ۱۹۔ اور وار ۴۰ پوڑی ۱۹)

اِس کے ساتھ ہی بھائی صاحب نے اس کے فوائد بھی بہت سے بتائے ہیں۔ اور اِس رسم کا باعث اور فوائد بیان کرنے کے علاوہ بھائی صاحب نے اِس رسم کا چھوڑنا بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ:۔

"پیری پونا نہ چھوڈیئے
کلی کال رہراس کریہی
(وار ۱ پوڑی ۱۲)

یعنی پیری پونا کی رسم کو ہرگز نہ چھوڑا جائے کیونکہ یہ موجودہ زمانہ کے لئے سیدھا راستہ ہے۔

اس کے علاوہ بھائی صاحب نے گورموکھ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ پیری پونا کی رسم ادا کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتا۔ "گورموکھ شبد کمادنا پیری پے رہراس نہ ہچے"۔ (ملاحظہ ہو وار ہ پوڑی ۱)

یعنی گورموکھ شبد کی کمائی کرتا ہے اور پیری پونا کہنے کی رسم ادا کرنے سے نہیں شرماتا۔

اِس کا باعث بھائی صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ :۔

"پیری پے رہراس گورسکھ سُن گورسکھ منیبی"

(وار ٥ پوڑی ٣)

یعنی یہ رسم گورو کے سکھوں کی منظور شدہ ہے۔

بھائی صاحب نے سکھوں کے طرز عمل اور زندگی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ :۔

مَتھّے ٹکّا لال نشان سہایا
پیریں پے گورسکھ پیریں پایا

(وار ٢٠ پوڑی ٥)

یعنی گورو کے سکھ ماتھے پر سُرخ ٹیکہ لگاتے ہیں اور ایک دوسرے کو پیری پونا کہتے ہیں اور اِس کی تلقین بھی کرتے ہیں۔

بھائی گورداس صاحب کے مندرجہ بالا اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ صاحب سے قبل سکھ صاحبان میں پیری پونا کہنے کی رسم تھی۔ اور یہ رسم گورو صاحب نے ہی جاری کی تھی۔ اور اسکے جاری کرنے کا مقصد سکھوں میں عجز اور انکساری کا پیدا کرنا تھا۔ اور بھائی صاحب کے نزدیک کلجگ کے زمانہ میں سیدھا راستہ یہی ہے کہ اِس رسم کو نہ چھوڑا جائے۔ اور گورمکھ وہی ہے جو اسکی ادائیگی میں کوئی شرم محسوس نہ کرے۔

سکھ بھائیوں کے دیگر وِدوان بھی اِس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ فتح بُلانے کی رسم گورو گوبند سنگھ صاحب کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے اِس سے قبل اِس کا قطعاً رواج نہ تھا۔ جیساکہ لکھا ہے کہ :۔

"دسویں جامہ میں گورو صاحب نے پیری پونا کی جگہ

واہگوروجی کا خالصہ واہگوروجی کی فتح کی رسم شروع کی۔" (واراں بھائی گورداس مترجم گیانی ہزارا سنگھ صاحب ص۱۳۷)

یعنی:۔

"واہگوروجی کی فتح سے قبل سکھ آپس میں پیری پونا کہا کرتے تھے۔" (گورمت سدھاکر ص۱۳۵)

سردار بہادر سردار کاہن سنگھ صاحب آف نابھہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"واہگوروجی کو پنتھ خالصہ جگایو ناتھ واہگوروجی کی فتح گا جیکے بلائی ہے۔" (میان کوش ص۳۲۵)

سکھوں کے مشہور ودوان شرمیان بھائی صاحب بھائی منی سنگھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے سکھوں کو باہمی ملاقات کے موقعہ پر فتح بلانے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"اگر کوئی سکھ پہلے واہگوروجی کی فتح بلاتا ہے اسکی طرف میرا منہ ہوتا ہے اور جو بعد میں بلاتا ہے اس کی طرف میرا دایاں بازو ہوتا ہے۔ اور جو بعد میں آہستہ بلاتا ہے اس کی طرف میرا بایاں بازو ہوتا ہے۔ اور جو نہیں بلاتا اس کی طرف میری پیٹھ ہوتی ہے۔"

(میان کوش ص۳۲۵٦)

خالصہ رہت پرکاش میں مرقوم ہے کہ:۔

آگے آوت سنگھ جو پاوے
واہگورکی فتح بلاوے
(ص۱۴۰)

یہ تمام حوالہ جات ثابت کرتے ہیں کہ واہگوروکی فتح بُلانے کی رسم گوروگوبند سنگھ صاحب کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے اور آپ سے قبل سکھوں میں اِس کا رواج نہ تھا۔ بلکہ وہ ملاقات کے موقعہ پر پیری پونا کہا کرتے تھے۔

اسلام

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دُنیا میں قائم ہونیوالے اکمل مذہب کا نام اسلام ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام

السّلام

بھی بتایا گیا ہے جس کے معنے ہیں ہمیشہ سلامت[1]۔ اللہ تعالےٰ کے اِس نام اور خدا کے حکم کے ماتحت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذریعہ قائم ہونے والے مقدس مذہب کا نام اسلام[2] تجویز فرمایا ہے۔ جبکے

---

[1] حضرت باباصاحبؒ نے اسی مفہوم کو مدّنظر رکھکر فرمایا ہے کہ :۔
"تو سدا سلامت نرنکار"

[2] سردار بہادر سردار کاہن سنگھ صاحب آف نابھہ نے اسلام کے متعلق میان کوش میں تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مذہب کا نام اسلام رکھا جسکے اختیار کرنیوالا مسلمان کہلاتا ہے
اسلام کے پانچ ارکان یہ ہیں کہ :۔
(۱) خدائے واحد پر ایمان۔ (۲) پانچ وقت نماز کی ادائیگی۔ (۳) زکوٰۃ۔
(۴) رمضان میں روزے رکھے۔ (۵) بیت اللہ کا حج"
(میان کوش صفحہ ۲۵ مترجم از گورمکھی)

معنے یہ ہیں کہ تمام دُنیا کی مختلف اقوام کو بغیر کسی امتیاز اور فرق کے سلامتی کے مقام پر پہنچانے والا مذہب۔ اور اس مذہب کے اختیار کرنے والے کا نام مسلم[1] رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم میں مسلم کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے کہ :-

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

یعنی مُسلم وہ ہے جو خالق کا فرمانبردار اور مخلوق کا محسن ہو۔ اور اُس کی نظر صرف خدا پر ہی ہو۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مُسلم کے بارہ میں فرمایا ہے کہ :-

المُسلم من سلم النّاس من لسانہٖ ویدہٖ۔

یعنی مُسلم وہ ہے۔ جس کی زبان یا ہاتھ سے کسی کو بلاوجہ تکلیف نہ پہنچے۔

گورو گرنتھ صاحب میں مسلم کے متعلق حسب ذیل ارشاد ہے کہ :-

مسلمان موم دل ہووے
انتر کی مل دل تے دھووے
دُنیا رنگ نہ آوے نیڑے
جیوں کسم پاٹ گھیو ہرا

(محلہ ۵ صفحہ ۱۰۸۴)

---

[1] سردار بہادر سردار کاہن سنگھ صاحب فرماتے ہیں کہ :-
"اسلام کو ماننے والا مسلم۔ مسلم کی جمع مسلمین۔ اور اسکی دوسری شکل مسلمان ہے۔" (میان کوش صفحہ ۲۹۲۲)

مذہب اسلام اپنے ماننے والوں کو جس مقام پر پہنچانا چاہتا ہے اس کا نام قرآن شریف میں "دارالسّلام" بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :-

وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِالسَّلَامِ

یعنی اللہ لوگوں کو دارالسّلام داخل کرنے کے لئے بُلاتا ہے۔

الغرض السّلام - اسلام - مسلم اور دارالسّلام الفاظ کا ایک ہی مصدر ہے اور وہ سَلَمَ ہے۔ جس کے معنے صلح اور سلامتی کے ہیں۔ اور اس مصدر سے بنے ہوئے تمام الفاظ میں صلح اور سلامتی کا مفہوم قائم رہتا ہے۔

اسی سلامتی اور صلح کے مفہوم کو مدّ نظر رکھکر اسلام نے اپنے ماننے والوں کو باہمی ملاقات کے موقعہ پر السّلام علیکم کہنے کا حکم دیا ہے۔ اور اِس جملہ کا پہلا لفظ یعنی السّلام بھی سلم مصدر سے ہی بنا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ :-

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا
فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ (سورہ نساء ع)

یعنی جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہمارے نشانات پر ایمان لے آئے ہیں تو ان کو (اے نبیؐ) سلام علیکم کہا کر۔

ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ اسلام نے خدا کا نام السّلام بھی بتایا ہے۔ خدا کے اِس نام کو مدّ نظر رکھکر ہی مسلمانوں کو باہمی ملاقات کے مواقع پر السّلام علیکم کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اِس وقت مسلمانوں میں ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کی طرح مختلف فرقے ہیں

اور اُن میں شدید اختلافات بھی موجود ہیں۔ لیکن ہر فرقہ سے تعلق رکھنے والے آپس اسلام کا مقرر کردہ سلام ہی کہتے ہیں یعنی ایک السّلام علیکم کہتا ہے اور دوسرا اس کا جواب وَعلیکم السّلام کے الفاظ میں دیتا ہے۔

قرآن شریف میں ہر ایک مسلمان کو اِس امر کی تلقین بھی کی گئی ہے کہ جو شخص باہمی ملاقات کے موقعہ پر اسلام کا مقرر کردہ سلام کہے اسکو مسلمان سمجھا جائے چنانچہ مرقوم ہے کہ :۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ (سورہ نساء)

یعنی جو آپ کو السّلام علیکم کہے یا آپ کے السّلام علیکم کا جواب وعلیکم السّلام میں دے اس کو یہ مت کہو کہ تو مسلمان نہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی اِس مقدس تعلیم کی بناء پر مسلمانوں کو "السّلام علیکم" کے متعلق بہت تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ آپ نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ :۔

السّلام قبل الکلام ۔ (ترمذی)

یعنی باہمی ملاقات کے موقعہ پر کسی اور بات کے شروع کرنے سے قبل السّلام علیکم ضرور کہہ لو۔

ایک اور مقام حضورؐ کا ارشاد ہے کہ :۔

اذا لقی احدکم اخاہ فلیسلّم علیہ (مشکوٰۃ)

یعنی جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی (مسلم) سے ملے تو وہ پہلے اس کو

"السلام علیکم" ضرور کہہ لے۔

حضورؐ نے ابتداء میں السلام علیکم کہنے والے کے متعلق حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

انّ اولی النّاس باللّٰہ من بدأ بالسّلام (ترمذی)

یعنی تم میں سے اللّٰہ کے نزدیک اُس شخص کا بڑا درجہ ہے جو السلام علیکم کہنے میں دوسروں پر سبقت کرے۔

ایک شخص نے حضور صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے اسلام کی خصوصیت دریافت کی۔ حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"تطعم الطّعام وتقرئ السّلام علیٰ من عرفت ولم تعرف۔" (مشکوٰۃ)

حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے اور واقف اور ناواقف کو السّلام علیکم کہا جائے۔

اِس کے علاوہ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

یسلّم الرّاکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر (مشکوٰۃ)

یعنی سوار پیدل کو۔ اور پیدل بیٹھے کو۔ اور تھوڑے بہتوں کو السلام علیکم کہیں۔

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:۔

"یسلّم الصّغیر علی الکبیر" (بخاری)

یعنی چھوٹا بڑے کو السلام علیکم کہے۔

اس کے ساتھ ہی حضور صلے اللّٰہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ:۔

اذا دخلتم بیتًا فسلّموا علیٰ اھلہٖ و اذا

خرجتم فاؤدعوا اھلہ بسلام۔"

(بیہقی)

یعنی جب تم میں سے کوئی اپنے گھر آئے تو وہ گھر والوں کو السّلام علیکم کہے۔ اور جب گھر سے باہر جائے تو اہل بیت کو السلام علیکم کہہ کر جائے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمان ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے مسلمانوں کو باہمی ملاقات کے موقعہ پر السلام علیکم کہنے پر بہت زور دیا ہے آپؐ نے صرف ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا ناپسند فرمایا ہے (مشکوٰۃ) اور آپؐ کی یہ تعلیم بھی ہے کہ جب کسی کے مکان پر جاؤ تو بجائے اس کے کہ تم اس کا نام لے کر اُسے آوازیں دو دروازہ پر تین مرتبہ بلند آواز سے السّلام علیکم کہو۔ اگر کوئی آواز نہ آئے تو خاموشی سے واپس چلے آؤ۔

اسلام میں مسلمانوں کو باہمی ملاقات کے موقعہ پر السّلام علیکم کہنے کی تعلیم اِس وجہ سے دی گئی ہے کہ اُن میں یگانگت پیدا ہو اور وہ ایکدوسرے کو اپنا بھائی تصوّر کریں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم صرف اپنے مقدس اقوال کے ذریعہ ہی نہیں دی بلکہ حضورؐ نے اِس پر خود عمل کر کے مسلمانوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ بھی قائم فرمایا ہے۔ حضورؐ کی پاکیزہ زندگی سے سینکڑوں مثالیں اِس قسم کی ملتی ہیں کہ حضور اپنے ملنے والوں کو السلام علیکم سے مخاطب فرمایا اور السّلام علیکم کہنے والوں کو وعلیکم السّلام کے الفاظ میں جواب دیا۔

مشکوٰۃ میں ایک حدیث ہے جس میں مرقوم ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ بازار سے گذر رہے تھے۔ وہاں چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں

مشرک بھی تھے۔ مسلمان بھی اور یہودی وغیرہ بھی۔ حضور جب اُن کے قریب پہنچے تو بلند آواز سے سب کو السلام علیکم فرمایا۔
(ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب الادب باب السّلام)

سِکھ مذہب اور السّلام علیکم

سِکھ مذہب کے مقدس گرنتھوں میں مسلمانوں کی باہمی ملاقات کے موقعہ پر یہی رسم بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے السلام علیکم کہتے ہیں۔ سِکھوں کے مشہور بزرگ بھائی گورداس صاحب مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی باہمی ملاقات کے موقعہ کی رسومات کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

مِلدے مُسلمان دوئے
مِل مِل کرن سلام علیکی
(وار ۲۳۔ پوڑی ۲۰)

یعنی :- "جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو وہ السلام علیکم کہہ کر ملتے ہیں۔" (واراں بھائی گورداس ص۲۳۷ مترجم گیانی ہزارا سنگھ صاحب)

اسی طرح سردار بہادر سردار کاہن سنگھ صاحب آف نابھہ نے مسلمانوں کی اِس رسم کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے کہ :-

"السلا علیکم :- مسلمانوں میں یہ طریق ہے کہ آپس میں ملاقات کے وقت ایک کہتا ہے۔ السّلام علیکم

یعنی آپ پر سلامتی ہو۔ دوسرا جواب میں کہتا ہے
وعلیکم السلام یعنی آپ پر بھی سلامتی ہو۔"
(میان کوش صـ ۵۹۲ مترجم از گورمکھی)
سردار سیوا سنگھ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔
"جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو ان میں سے ایک،
دوسرے کو کہتا ہے کہ السلام علیکم اور دوسرا جواب میں
کہتا ہے وعلیکم السلام"
(پیغام صلح مصنفہ سردار سیوا سنگھ صـ ۱۵)
یہ تمام حوالہ جات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے سکھ بھائیوں کے
ودوان بھی اس امر میں متفق ہیں کہ مسلمانوں کی باہمی ملاقات کے موقعہ
کی رسم السلام علیکم اور وعلیکم السلام ہی ہے۔
سردار سیوا سنگھ صاحب نے السلام علیکم کے معنے بیان کرتے ہوئے
اس پر ایک اعتراض بھی کیا ہے جو حسب ذیل ہے:۔
"اَل۔ تاکید کے لئے
سلام۔ سلامتی
علیہ۔ پر
کُم۔ صیغہ واحد ہے۔ تُجھ
و۔ اور
علیہ۔ پر
کُم۔ تجھ
سلام۔ سلامتی

اس طرح پہلا آدمی دوسرے کو کہتا ہے کہ "سلامتی ہو تجھ پر" وہ آگے سے جواب میں کہتا ہے۔ "اور تجھ پر سلامتی ہو۔"

ناظرین۔ جب ہم کسی شخص سے ملیں تو بپاس ادب و احترام ہمارا فرض ہے کہ اسکو کسی ایسے لفظ سے مخاطب کریں جس سے اُس کی عزّت میں فرق نہ آئے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ معمولی گفت گو کے موقعہ پر بھی انسانی سوسائٹی کا قاعدہ ہے کہ جب کسی دوسرے شخص کو مخاطب کیا جائے تو کوئی ایسا لفظ استعمال کیا جائے جو صیغہ جمع کا ہو۔ جیسا کہ آپ۔ حضور۔ آنجناب وغیرہ . . . . . السّلام علیکم و علیکم السّلام کے فقرات میں آپس میں ملنے والے ایک دوسرے کو 'تجھ' کے لفظ سے پکارتے ہیں جو کسی صورت میں بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دوم:۔ لفظ 'تجھ' کا استعمال نہ صرف صیغہ واحد کا ہونے سے ہی باعثِ توہین ہے بلکہ ایک دوسرے کی علیحدگی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور آپس کی تُو تُو مَیں مَیں کے جذبات کو بڑھانے کا موجب ہوتا ہے۔ پس یہ الفاظ بھی اپنے اندر کوئی ایسی خوبی نہیں رکھتے جس سے ان کو قبول کیا جائے۔" (پیغام صلح مصنفہ سردار سیوا سنگھ صفحہ ۱۵-۱۶)

بھائی صاحب کے اِس اعتراض کی بُنیاد السّلام علیکم میں لفظ "کُمْ" پر ہے۔ جس کو انہوں نے محض عربی زبان سے ناواقفیت کے باعث صیغہ واحد قرار دیا ہے۔ حالانکہ عربی میں "کُمْ" صیغہ واحد نہیں بلکہ جمع کا صیغہ ہے۔

پس جب بھائی صاحب کے اعتراض کی بُنیادہی غلط ہے - اور السّلام علیکم کے معنے "تجھ پر سلامتی ہو" کی بجائے "آپ پر سلامتی ہو" کے ہیں تو بھائی صاحب کا اعتراض خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ بھائی صاحب نے عربی زبان سے ناواقفیت کے باعث غلطی کی ہے اور اپنے "ناظرین" کو بھی اِس غلطی میں مبتلا کرنا چاہا ہے۔ اگر وہ کسی مسلمان بھائی سے السّلام علیکم کے معنے دریافت کر لیتے تو وہ یہ اعتراض نہ کرتے کہ اس میں "کُمْ" صیغہ واحد ہے۔

حضرت بابا نانک صاحب

اور

السَّلَامُ عَلَیکُمْ

ہم اس سے قبل یہ بتا آئے ہیں کہ مختلف اقوام میں باہمی ملاقات کے موقعہ پر مقررہ الفاظ میں سلام وغیرہ کہنے کا رواج ہے اور ہر قوم کی یہ رسم اسکو دوسری اقوام سے الگ کر دیتی ہے۔ آج اگر کوئی صاحب سری واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح بُلاتا ہے تو اسکو کوئی شخص بھی مسلمان یا عیسائی سمجھنے کی غلطی نہیں کر سکتا۔ اور نہ نمستے کہنے والے کے متعلق سِکھ یا مسلمان ہونیکا گمان کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص باہمی ملاقات کے موقعہ پر السلام علیکم کہتا ہے یا السلام علیکم کا جواب وعلیکم السّلام کے الفاظ میں دیتا ہے تو اسکو ہندو یا سِکھ یا عیسائی تصوّر نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ السلام علیکم یا وعلیکم السلام کی رسم نہ ہندوؤں میں ہے

اور نہ سِکھ اسکے پابند ہیں اور نہ عیسائیوں میں ہی اس کا رواج ہے۔ یہ تو صرف اور صرف اسلامی رسم ہے اور اسلام نے بھی اسکو مسلمانوں کی ہی رسم بیان کیا ہے۔
نیز سِکھ مذہب کی کتب مقدسہ میں بھی اسکو خالص اسلامی رسم تسلیم کیا گیا ہے۔
اِس مسئلہ پر بھائی گورداس صاحب کا قول

رلدے مسلمان دوئے
مل مل کرن سلام علیکی

بخوبی روشنی ڈالتا ہے۔

جب ہم حضرت بابا نانک صاحب کی مقدس زندگی پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ جب کبھی کسی مسلمان سے ملتے تھے تو اسلام کی اس رسم کو بجا لاتے تھے۔ اور آپ خود بھی السلام علیکم کہتے تھے نیز اگر کوئی آپ کو پہلے السلام علیکم کہتا تھا تو آپ اس کا جواب وعلیکم السلام کے الفاظ میں ہی دیا کرتے تھے جیساکہ مندرجہ ذیل حوالہ جات سے اِس امر پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

قاضی رکن الدین صاحب سے ملاقات

حضرت بابا نانک صاحب جب حج کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو سِکھ تاریخ کی رو سے وہاں آپ کی ملاقات قاضی رکن الدین صاحب سے ہوئی۔ اس ملاقات کے موقعہ پر آپ نے جو رسم ادا کی اس کے بارہ میں جنم ساکھی میں مرقوم ہے:۔

"قاضی رکن الدین اولیاء نماز کے لئے مکہ کا قاضی آیا بابا صاحب اور قاضی رکن الدین صاحب کی السلام علیکم ہوئی۔ تب بابا صاحب نے کہا کہ قاضی صاحب ہم آپکی ملاقات۔ حج کے لئے ہزارہا کوس سے آئے ہیں۔" (جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۲۷ مترجم از گورمکھی)

جنم ساکھی اُردو میں لکھا ہے کہ:۔

"قاضی رکن الدین اولیاء کعبہ کا امام جماعت کو نماز پڑھانے کیلئے آیا اور گورو صاحب سے سلام علیک ہوئی۔"
(جنم ساکھی اردو شائع کردہ جے۔ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور صفحہ ۱۵۴)

شیخ ابراہیم سے ملاقات

آپ کا اصل نام شیخ ابراہیم تھا۔ (میاں کوش صفحہ ۶۲۶) لیکن سکھ کتب میں آپ کو شیخ برہم کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ سکھ تاریخ کی رو سے آپ بھی بابا صاحب کے دوستوں میں سے تھے۔ بابا صاحب نے آپکی ملاقات کے موقعہ پر بھی اسلامی طریق ہی اختیار کیا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

"گورو نانک صاحب نے کہا پیر صاحب السلام علیکم۔ آیئے پیر صاحب سرفرازی ہوئی۔ آپ غریب نواز ہیں۔ ہم زندہ ہوئے پیر صاحب کا دیدار حاصل ہؤا۔ دونوں نے معانقہ کیا۔ اور پیر صاحب نے بہت محبت سے بستر بچھایا۔ دونوں اسپر بیٹھ گئے۔" (جنم ساکھی بھائی بالا چھاپہ پتھر صفحہ ۲۶۴)

یہ حوالہ ثابت کرتا ہے کہ پیر صاحب اور بابا صاحب کے تعلقات نہایت محبت بھرے تھے۔ اور بابا صاحب کے دل میں پیر صاحب کے لئے بہت عظمت تھی۔ بابا صاحب نے شیخ صاحب سے معانقہ کرتے وقت ایک شبد بھی اچارن کیا جو اس طرح ہے کہ:۔

آؤ بھینے گل ملاں انک سہیلڑیاں
ملکے کراں کہانیاں سمرتھ کنت کیاں } (محلہ ۱ صفحہ ۱۷)

ولی قندھاری سے ملاقات

سکھ تاریخ میں بابا صاحب کی ملاقات ولی قندھاری سے بھی بیان کی گئی ہے۔ آپکا اصل نام حسن ابدال تھا۔ اور آپ سید تھے۔ ہندوستان میں میرزا شاہ رخ کے ہمراہ تشریف لائے تھے (میاں کوش صفحہ ۶۴۴) اس ملاقات کے موقعہ پر بھی بابا صاحب نے اسلامی رسم کو ہی ملحوظ رکھا جیسا کہ لکھا ہے:۔

"گورو نانک صاحب ولی قندھاری کے پاس آئے۔ وہاں ولی قندھاری کے پاس شرف پٹھان بیٹھا ہوا تھا۔ گورو صاحب نے آکر کہا السلام علیکم ولی قندھاری تب ولی قندھاری نے جواب میں کہا وعلیکم السلام۔ آیئے پیر صاحب سرفرازی ہوئی۔ تب گورو نانک صاحب نے کہا لطف خدائی بندہ گمراہی کرم بخش الہی۔" (جنم ساکھی بھائی بالا چھاپہ پتھر صفحہ ۳۰۰۔ چھاپہ ٹائپ صفحہ ۴۷۶ مترجم از گورمکھی)

یہ حوالہ جات صاف ثابت کرتے ہیں کہ بابا صاحب نے جب کبھی بھی کسی مسلمان سے ملاقات کی آپنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان السلام قبل الکلام پر نہایت سختی سے عمل کیا اور اگر کسی نے آپکو پہلے السلام علیکم کہدیا تو اسکے جواب میں آپنے فوراً وعلیکم السلام فرمایا۔ ذیل میں ہم چند ایک ایسے حوالہ جات نقل کرتے ہیں جن سے آپکا السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا ثابت ہے:۔

شیخ برہم سے ملاقات

ہم اس سے قبل بیان کر آئے ہیں کہ شیخ برہم (شیخ ابراہیم) باباصاحب کے نہایت مخلص دوستوں میں سے تھے۔ سکھ تاریخ کی رو سے باباصاحب اور شیخ صاحب کی متعدد ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ باباصاحب کا شیخ صاحب کے السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام فرمانا بھی سکھ کتب میں مرقوم ہے چنانچہ لکھا ہے:

"شیخ ابراہیم جاکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا نانک السلام علیکم۔ تب گورو نانک صاحب نے کہا وعلیکم السلام[1] پیر صاحب سلامت۔ آیئے خدا مہربان ہوا کہ آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ تب دونو مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔"

(جنم ساکھی میکالف والی صفحہ ۱۳۸)

---

[1] بھائی ویر سنگھ صاحب نے پوراتن جنم ساکھی میں علیکم السلام کی بجائے علیکم السلام لکھدیا ہے جو غلط اور بے معنی ہے۔

مخدوم بہاءالدین صاحب سے ملاقات

سکھ کتب کے مطابق باباصاحب کی ملاقات مخدوم بہاءالدین صاحب سے بھی ہوئی ہے۔ یہ ملاقات بھی اسلامی طریق پر ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"تب مخدوم بہاءالدین نے دیکھکر سلام کیا اور کہا کہ السلام علیکم درویش۔ تب گورو نانک صاحب نے جواب دیا اور کہا کہ وعلیکم السّلام مخدوم بہاءالدین صاحب قریشی۔ تب مصافحہ کرکے دونوں بیٹھ گئے۔" (جنم ساکھی ولایت والی صن۱۹۰۔ پوراتن جنم ساکھی صن۱۰۳۔ میکالف والی صن۲۰۶ مترجم از گورمکھی)

ابارے خان صاحب سے ملاقات

جنم ساکھیوں کے بیان کے مطابق آپ کی ملاقات ابارے خان صاحب سے بھی ہوئی ہے۔ آپکا اصل نام عبدالرحمٰن خان تھا (میان کوش صن۴۵) اس ملاقات کا آغاز بھی اسلام کی اس مقرر کردہ رسم سے ہی ہوا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"ابارے خان شیخ مالو کا یار تھا اور سوڑیہ کا باشندہ تھا اُس نے سُنا کہ نانک فقیر آیا ہے اُس نے بھی سری گورو نانک صاحب سے السلام علیکم کہا۔ تب گورو صاحب نے جواب میں فرمایا کہ آؤ ابارے خان وعلیکم السلام۔ آیئے بیٹھئے خان صاحب۔" (جنم ساکھی بھائی بالا صن۵۹۲ اور چھاپہ پتھر صن۲۴۴ مترجم از گورمکھی)

بابر بادشاہ سے ملاقات

حضرت بابا نانک صاحب کی ملاقات بابر بادشاہ سے بھی ہوئی ہے۔ اِس ملاقات کی ابتداء بھی السلام علیکم اور وعلیکم السلام سے ہی ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"میر حسینی نے کہا کہ اے فقیر صاحب بابر بادشاہ نے آپکو یاد کیا ہے۔ گورو صاحب نے فرمایا چلیئے صاحب۔ گورو نانک صاحب اور بالا دونوں

چلے گئے۔ گورو نانک صاحب جب حاضر ہوئے تو بابر بادشاہ نے کہا السّلام علیکم اے نانک درویش۔ تب گورو صاحب نے کہا وعلیکم السلام اے بابر بادشاہ۔" (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۲۳ چھاپہ پتھر صفحہ ۳۵ مترجم از گورمکھی)

یہ تمام حوالہ جات ظاہر کرتے ہیں کہ باباصاحب مسلمانوں سے ملتے وقت السّلام علیکم کہا کرتے تھے اور اگر کوئی مسلمان آپ کو السّلام علیکم کہا کرتا تھا تو آپ اس کا جواب وعلیکم السلام کے الفاظ میں دیا کرتے تھے۔ گو آپ کے اِس مسلک پر پردہ ڈالنے کی غرض سے کہیں علیکہم السّلام اور کہیں الیکھ کو سلام کے بے معنی فقرے لکھ دیئے گئے ہیں لیکن پھر بھی آپکا السّلام علیکم کہنا اور اس کا جواب وعلیکم السلام کے الفاظ میں دینا سِکھ کتب سے ثابت ہے۔

ہم اِس سے قبل اِس امر پر بخوبی روشنی ڈال آئے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ صاحب سے قبل سکھوں میں واہگورو جی کا خالصہ واہگورو جی کی فتح بُلانے کا بالکل رواج نہ تھا۔ بلکہ سکھ کتب سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بابا نانک صاحب کے زمانہ میں واہگورو لفظ ہی خدا کے لئے استعمال نہ ہوتا تھا (ملاحظہ ہو کتک کے وساکھ صفحہ ۲۰۰) حضرت بابا نانک صاحب کا وہ تمام کلام جو گورو گرنتھ صاحب میں آپکے نام پر درج ہے اِس امر کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ باباصاحب نے واہگورو کا لفظ خدا کے لئے کہیں بھی استعمال نہیں کیا۔

آج اگر ہمارے سکھ دوست السلام علیکم کے معانی اور اسکی حکمت پر غور کرتے تو ان پر واضح ہوجاتا کہ یہ نہایت محبت بھرے الفاظ ہیں جن کے ذریعہ انسانی قلوب سے ہر قسم کی قدورتیں دُور ہو سکتی ہیں اور تمام انسان بھائی بھائی بنکر زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

ایک سکھ وِدوان نے باہمی ملاقات کے موقعہ پر سلام وغیرہ کہنے کی حکمت

آپس میں اتحاد اور اخلاص کا بڑھانا مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے :-
"ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو کچھ الفاظ کہنے کی رسم آپس میں اتحاد اور اخلاص بڑھانے کے اصول پر ڈالی گئی تھی جو الفاظ ملاقات کے وقت استعمال کئے جاتے ہیں اگر ان میں :-
(۱) واحد ہونے کا سبق ہو
(۲) اعلیٰ (ideal) آدرش ہو
(۳) ہر ایک انسان کو بھائی سمجھنے کی تعلیم ہو
(۴) باہم محبت اور پیار سے رہنے کی نصیحت ہو
تو بلا شبہ یہ الفاظ ملک میں اتفاق و اتحاد بڑھانے میں جادو کا سا اثر کر سکتے ہیں" (پیغام صلح مصنفہ سردار سیوا سنگھ صاحب ص۱۰)
مندرجہ بالا اقتباس میں جس قدر باتیں بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب نہایت مفید اور وہ تمام کی تمام السلام علیکم اور وعلیکم السلام کے پاکیزہ الفاظ میں موجود ہیں کیونکہ ہمیں السلام لفظ سلم کے مصدر سے بنا ہے جسکے معنے امن اور صلح کے ہیں یعنی جب ایک مسلمان دوسرے کو السلام علیکم کہتا ہے تو وہ اسکو یہ دعا دیتا ہے کہ آپ امن اور صلح سے رہیں اور وہ جواب میں وعلیکم السلام کہتا ہے اسکے معنے بھی یہی ہیں کہ آپ بھی امن اور صلح سے رہیں ظاہر ہے کہ امن اور صلح سے زندگی بسر کرنیکا ہی دوسرا نام اتحاد اور اتفاق ہے۔
السلام علیکم کے الفاظ میں آدرش (ideal) بھی نہایت اعلیٰ ہے۔ جب ایک مسلمان دوسرے سے السلام علیکم کہتا ہے تو وہ اسکو دعا دیتا ہے مسلمان کا اصل مقصد دارالسلام کو حاصل کرکے السلام خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ پس جب ایک مسلمان الفاظ کہتا ہے تو وہ اسکو دارالسلام کو حاصل کرکے السلام خدا سے تعلق پیدا کرنیکی

دُعا دیتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کر کے دار السلام کو حاصل کرنے سے بڑھکر اور کوئی آدرش نہیں ہو سکتا۔ اور اسلام نے اِس مقصد کو سب سے اعلیٰ مقصد قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ :۔

"ورضوانٌ من اللہ اکبر ذٰلك ھو الفوز العظیم۔ (توبہ ع ۹)"

یعنی اللہ تعالےٰ کی رضاء کو حاصل کرنا ہی اصل کامیابی ہے۔

گورو گرنتھ صاحب میں بھی اسلام کے اِس نظریہ کی مندرجہ ذیل الفاظ میں تائید کی گئی ہے :۔

"پربھو ہمارا سارے سوار تھ" (محلہ ۵ صہ ۱۱۵۱)

السلام علیکم کے ذریعہ بنی نوع انسان کو بھائی بھائی بننے کی بھی تلقین کیگئی ہے۔ مذہب اسلام نے اپنی تعلیم کا اصل مقصد لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کرنا اور سب کو بھائی بھائی بنانا بیان کیا ہے جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے :۔

"فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا"

یعنی اسلام کی پاکیزہ تعلیم کا مقصد انسانی قلوب سے نفرت کے جذبات دُور کر کے محبت پیدا کرنا اور سبکو بھائی بھائی بنانا ہے۔ اسلام اپنے اس مقصد میں پوری طرح کامیاب رہا ہے اور اس کی اس کامیابی کا اعتراف غیروں کو بھی ہے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان سردار گوربخش سنگھ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"ہندو دھکے دیکر نکالتے تھے اور مسلمان بازو پکڑ کر اپنے اندر شامل کر لیتے تھے! ادھر کوئی براہمن۔ کوئی کشتری۔ کوئی جاٹ اور کوئی بڑھئی ہے۔ اُدھر مسلمان سب دینی بھائی تھے۔ سیّد مغل کی لڑکی سے اور مغل پٹھان کی بیٹی سے شادی کر لیتا تھا۔" (سکھ دھرم ادھے صہ ۲۵ مترجم از گورمکھی)

پس اسلام نے باہمی ملاقات کے موقعہ پر السلام علیکم اور وعلیکم السلام کے

الفاظ اسی حکمت کے ماتحت مقرر کئے ہیں کہ لوگوں میں اخوت اور یگانگت قائم رہے۔ اور وہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی خیال کرنے کا سبق دوہراتے رہیں۔ کیونکہ جب ایک شخص دوسرے سے یہ کہے کہ "آپ سلامت رہیں" اور دوسرا اس کا جواب "آپ بھی سلامت رہیں" کے الفاظ میں دے تو وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرینگے اور اس طرح ان میں اخوت کا مادہ دن بدن ترقی کرتا جائیگا۔ اور وہ نہ صرف قول سے بلکہ اپنے فعل سے بھی ایک دوسرے کی سلامتی کا باعث بننے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ اسلام اس بات کو بہت ہی ناپسند کرتا ہے کہ انسان کے قول اور فعل میں تفاوت ہو۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:۔

لِمَ تقولون ما لا تفعلون

یعنی تمہارے قول اور فعل میں کسی قسم کا فرق نہ ہو۔ بلکہ تمہارا ہر قول ہر فعل کی اور ہر فعل ہر قول کی تائید میں ہو۔

شری گورو گرنتھ صاحب میں بھی اسلام کے اس نظریہ کی تائید کی گئی ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:۔

رہت اور کچھ اور کماوت
من ہین پریت مکھوں گنڈھ لاوت
جانن ہار پربھو پربین
باہر بھیکھ نہ کاہو بھین

(محلہ ۵ صـ ۲۶۹)

السلام علیکم اور وعلیکم السلام ایک دوسرے کے دل میں محبت پیدا کرنیکا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس طرح بنی نوع انسان کی زندگی باہمی اتحاد اور امن سے بسر ہوسکتی ہے۔ اور سب کے سب بھائی بھائی بن سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اسلام کے

مقرر کردہ ان پاکیزہ الفاظ کی حکمت سمجھکر انکو اپنا لیں۔

ہمارے سکھ بھائیوں نے اسلام کے اِس مقدس طریق کو قابلِ اعتراض قرار دینے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اگر وہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے اور اس کی حکمت سمجھنے کی کوشش کرتے۔ نیز اپنی تاریخ کی طرف ہی محققانہ نظر ڈالتے تو ان پر عیاں ہو جاتا کہ بابا نانک صاحب بھی اِس مقدس طریق کے پابند تھے اور آپ نے بھی السلام علیکم اور وعلیکم السلام کو اپنا لیا تھا۔ پس اگر ان کے نزدیک یہ طریق قابلِ اعتراض ہے بلکہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں تو ان کے اس اعتراض کی زد سے حضرت بابا نانک صاحب کی شخصیت بھی نہیں بچ سکتی۔ کیونکہ انکا اس طریق کو اختیار کرنا سکھ کتب سے ثابت ہے۔ اور اسکے برعکس سکھ کتب سے ایک بھی مثال اس قسم کی پیش نہیں کی جاسکتی کہ آپ نے کسی کو فتح بلائی ہو یا پیری پونا کہا ہو۔ اور نہ گورو گرنتھ صاحب میں ہی ان کے لئے کوئی حکم موجود ہے۔ گویا سکھ بھائی باہمی ملاقات کے موقعہ پر جو رسم اب ادا کر رہے ہیں یا اس سے قبل ادا کرتے رہے ہیں وہ نہ تو بابا صاحب کے عمل سے ہی ثابت ہے اور نہ اسکے لئے حضرت باباصاحب کا کوئی حکم ہی موجود ہے اور نہ گورو گرنتھ صاحب میں ہی اسکے جواز کا کوئی حکم ہے۔

شریمان بھائی گورداس صاحب نے اور دوسرے سکھ ودوانوں نے اس امر کو بالصراحت تسلیم کیا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو وہ "السلام قبل الکلام" پر عمل کرتے ہیں۔ یعنی ایک السلام علیکم کہتا ہے اور دوسرا اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہتا ہے۔ اور حضرت بابا نانک صاحب کا مسلمانوں سے السلام علیکم کہنا اور مسلمانوں کے السلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام کے الفاظ میں دینا سکھ کتب سے ثابت ہے۔ اور یہ

آپ کا اسلام سے تعلق ثابت کرتا ہے۔ پس ہم سکھ کتب کی بناء پر بھی اور قرآن کریم کی پاکیزہ تعلیم کے مطابق بھی آپ کو مسلمان یقین کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے قرآن شریف کا بھی یہ واضح ارشاد ہے کہ جو تم کو السلام علیکم کہتا ہے یا تمہارے السلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام کے الفاظ میں دیتا ہے تو تم اسکو یہ ہرگز نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ بلکہ اسکو مسلمان سمجھو اور اپنا بھائی تسلیم کرو۔ سکھ لٹریچر نے بھی مسلمانوں کی یہی نشانی قرار دی ہے۔ نیز حضرت بابا نانک صاحب کا فتح بلانا یا پیری پونا کہنا سکھ کتب سے قطعاً ثابت نہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے سکھ بھائی اس مسئلہ پر نہایت سنجیدگی سے غور کرینگے اور بابا صاحب کے پاک مسلک پر چلنے کے لئے اپنے آپکو بغیر کسی خوف کے تیار کریں گے۔ حضرت بابا نانک صاحب نے بھی سچائی کے قبول کرنے اور پھر اسکے پرچار میں بہت تکالیف اور مشکلات کا مقابلہ کیا ہے۔ پس :-

"سکھ وہ ہے جو گورو کے حکم کو تسلیم کرے۔ اور جو لوگ گورو کے حکم کو نہیں مانتے وہ گورو کے سکھ کیسے"

(کتک کہ بساکھ صے ۹ مترجم از گورمکھی)

ست بچن ٹریکٹ لڑی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ کے سکھوں میں تبلیغ کے متعلق تازہ رؤیا کے پیشِ نظر نظارت دعوۃ وتبلیغ نے ست بچن ٹریکٹ لڑی کے نام پر گورمکھی میں ہر تین ماہ کے بعد ایک ٹریکٹ شائع کرنے کا انتظام کیا ہے۔ امسال جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک ٹریکٹ شائع کیا جا رہا ہے۔ اِس ٹریکٹ میں سکھوں میں تبلیغ کیلئے علمی اور تحقیقی مضامین گورمکھی زبان میں شائع کئے جایا کریں گے۔ تا ہمارے سکھ بھائیوں کو زبان کا اختلاف احمدیت کے سمجھنے میں کوئی روک پیدا نہ کر سکے۔

اس ٹریکٹ کے مستقل خریداروں سے دو روپے سالانہ قیمت وصول کی جائیگی۔ احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنے پیارے امام کے رؤیا کی تکمیل کے لئے نظارت دعوت وتبلیغ کا ہاتھ بٹائیں۔ خود بھی اسکے خریدار بنیں اور اپنے ملنے جلنے والے سکھ صاحبان کو بھی اس کی خریداری کی تحریک کریں اور اپنے سکھ دوستوں کے نام اس کو جاری کروا کر عنداللہ ماجور ہوں ۔

مہتمم نشر و اشاعت

قادیان